

اہل اسلام کی دنیوی اصلاح و کامیابی اور
آخری فلاح و سرخروئی سے متعلق کچھ انمول نصیحتیں

فکر آخری

حضرت مفتی مولانا حافظ **محمد عبدالسمیع** سہارن پوری رحمہ اللہ
مرید و خلیفہ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

ترتیب و تہذیب
مولانا محمد افروز تادری چرباکوٹی

اعلیٰ حضرت اربعینہ راج سینہ مالگاؤں



نوری مشن، مالگاؤں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اہل اسلام کی دُنوی صلاح و کامیابی اور اُخروی فلاح و سرخروئی سے متعلق کچھ اعمالِ نصیحتیں

عمر بھر مرنے کی تیاری میں ہیں مصروف لوگ

ایک دن کے جشن کا ہوتا ہے کتنا اہتمام!

فکر آخرت

(از)

حضرت مفتی مولانا حافظ محمد عبدالسمیع سہارن پوری - رحمہ اللہ -

مرید و خلیفہ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر کی - رحمہ اللہ -

ترتیب و تہذیب

محمد افروز قادری چریا کوٹی

نقش اولین

اسلامی معاشرہ جیسے جیسے خیر القرون سے دور ہوتا جا رہا ہے، جذباتِ اخلاص و عملِ افلاس زدہ ہوتے جا رہے ہیں، اور دینِ بیزاری عام ہوتی جا رہی ہے۔ ایسے میں اصلاحِ معاشرہ کے علم برداروں اور منبر و محراب کے وارثوں کی ذمہ داری دو آتشہ ہو جاتی ہے۔ جسدِ معاشرہ کو دیمک کی طرح چاٹتی بیماریوں میں ایک مہلک روگ یہ بھی ہے کہ زندگی و موت کی حقیقت قلبِ مسلم سے قریباً محو ہو گئی اور اس کا جینا مرنا اسلامی نہ رہا، اس میں کچھ تو ہندوانہ رسم و رواج کی عمل داری و مداخلت ہے اور کچھ علم سے نابلدی نے بیڑا غرق کیا۔

تاہم اُعلامِ اُمت اور مصلحینِ ملت کسی دور میں اپنے فرائض منصبی سے غافل نہ رہے اور ہمیشہ پچھڑے ہوئے آہوؤں کو سوے حرم لے جانے کی مومنانہ مساعی کرتے رہے۔ ایسی ہی عبقری الزمان شخصیات میں ایک نابغہ عصر شخصیت مولانا محمد عبدالسمیع بیدل سہارن پوری کی ہے۔ جنہوں نے اپنے عہد میں بہت سے فکری و اعتقادی فتنوں کے سدباب میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔ اس حوالے سے لکھی گئی آپ کی جامع و وسیع کتاب 'انوارِ ساطعہ' ہنوز لا جواب ہے۔ مستزاد یہ کہ درجنوں اکابر و اُستادینِ اُمت نے اس پر تقاریر لکھ کر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔

کتاب چوں کہ کافی ضخیم ہے اور اس کا ہر باب اس لائق ہے کہ اسے الگ سے کتابی شکل میں پیش کیا جائے؛ تاہم اس کا 'لمعہ سادسہ' جو اموات کے سلسلے میں چند نصیحتوں پر مشتمل ہے کچھ زیادہ ہی فکر انگیز اور عبرت خیز ہے؛ اس لیے اسے 'فکر آخرت' کے عنوان سے کتانچے کے روپ میں ڈھال کر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس اُمید پر کہ ایک پاکیزہ، شفاف اور با مقصد زندگی جینے میں اس سے خاطر خواہ مدد ملی جائے گی اور توشہ آخرت جمع کرنے میں یہ نصیحتیں باذن اللہ مسیحائی کا کام کریں گی۔ اللہ دونوں جہاں میں ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

محمد افروز قادری چریا کوٹی

یکم شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ ۱۵/ مارچ ۲۰۲۱ء بروز دوشنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصیحت : جب کسی کا کوئی قریبی عزیز مر جائے تو چاہیے کہ اس کی موت پر صبر کرے تاکہ اجر و ثواب کا مستحق ہو۔ طبرانی اور ابن مندہ نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں یہ بھی بیان ہے کہ :

ملک الموت نے آں حضرت - صلی اللہ علیہ وسلم - سے بیان کیا کہ میں آدمی کی روح قبض کرتا ہوں، جب اس کے لواحقین رونے لگتے ہیں، میں دروازے پر وہ روح لیے کھڑا ہو جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اے رونے والو! قسم اللہ تعالیٰ کی ہم نے اس آدمی پر بالکل ظلم نہیں کیا، وقت سے پہلے جلدی نہیں کی اور روح قبض کرنے میں ہماری کچھ خطا نہیں۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہو تو ثواب پاؤ گے، اور برامانوں کے تو گنہ گار ہو گے، اور ہم کو تمہاری طرف پھر آنا ہے، تو ہوشیار رہنا..... - الی آخرہ -

نصیحت : تدفین کے بعد کسی قدر میت کی قبر پر ٹھہرنا چاہیے۔ کچھ پڑھیں اور میت کے لیے دعا کریں۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ”جوہرہ نیرہ“ کے حوالے سے نقل ہے :

و يستحب إذا دفن الميت أن يجلسوا ساعة عند القبر بعد الانفراغ بقدر ما ينحر جزور و يقسم لحمها يتلون القرآن و يدعون للميت .

درمختار میں ہے :

و يستحب جلوس ساعة بعد دفنه لدعاء و قراءة بقدر ما ينحر الجزور و يفرق لحمه .

دونوں عبارتوں کے معنی یہ ہیں کہ میت کو دفن کرنے کے بعد وہاں اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے جتنے میں اونٹ ذبح ہو کر اس کا گوشت تقسیم ہو جائے، (اس دوران) قرآن پڑھنا چاہیے اور میت کے لیے دعا بھی کرنی چاہیے۔

شامی نے ”رد المحتار“ میں اس حکم کو مسلم رکھا، اور اس پر مزید دو حدیثیں بھی نقل کی ہیں :
ایک سنن ابوداؤد سے :

كَانَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَى قَبْرِهِ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَاسْأَلُوا اللَّهَ لَهُ التَّشْيِيتَ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ .

یعنی نبی کریم - صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے، اس کی قبر پر ٹھہرتے، اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے مغفرت اور ثبات قدمی کی دعا کرو؛ کیوں کہ اب اس سے سوال ہوگا۔

دوسری حدیث بروایت مسلم مشکوٰۃ میں موجود ہے :

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَابْنِهِ وَهُوَ فِي سِيَاقِ الْمَوْتِ إِذَا أَنَا مِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَاحِيَةً وَلَا نَارًا فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشَنُّوا عَلَيَّ الشَّرَابَ شَنًّا ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقَسَّمْ لَحْمُهَا حَتَّى أُسْتَأْنَسَ بِكُمْ وَأَعْلَمَ مَاذَا أَرَا جَعَلَ بِرُؤْسِي رَبِّي - رواه مسلم - .

یعنی حضرت عمرو بن العاص - رضی اللہ عنہ - سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی حالت نزع میں اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی عورت ہونی چاہیے اور نہ ہی آگ۔ پھر جب مجھے دفن کرو، اور مجھ پر آہستہ سے مٹی ڈال لو تو میری قبر کے ارد گرد اتنی دیر کھڑے رہو کہ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے، تاکہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہوں نیز یہ بھی جان لوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

دیکھیے یہ فعل، رسول اللہ - صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - صحابہ کرام اور مفتیان دین سے نہایت صحیح اور معتمد طور پر ثابت ہے۔ معلوم نہیں کیوں لوگوں نے اسے ترک کر دیا۔ چاہیے کہ اہل اسلام اس

کی تعمیل کریں، اگر کاروبار یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے تمام آدمی نہ ٹھہر سکیں تو میت کے دوست آشنا اور اعزہ و اقربا میں سے چند ہی آدمی ٹھہریں، قرآن پڑھیں اور میت کے لیے دعا و استغفار وغیرہ کریں۔

نصیحت: آدمی کو چاہیے کہ اپنی موت کو ہمیشہ یاد رکھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے :

لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ - صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم -! شہیدوں کے درجے میں کوئی اور بھی ہوگا؟ فرمایا ہاں! جو کوئی ہر روز بیس مرتبہ اپنی موت کو یاد کیا کرے گا۔

نصیحت: آدمی کو چاہیے کہ موت کے لیے تیار رہے اور اپنا وصیت نامہ لکھ کر ساتھ رکھے، جس کسی کا قرض ذمہ پر ہو، اور جو کچھ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اس کے ذمہ ہو یا قسم توڑنے کا کفارہ ذمہ پر ہو وہ سب اس کا غذ میں لکھ دے؛ اس لیے کہ کیا خبر کس وقت اس کی موت آجائے اور مرتے وقت زبان سے وصیت نکلے نہ نکلے، اس کا غذ کو دیکھ کر وارثان میت تعمیل کر دیں گے۔

نصیحت: جب کوئی آدمی مر جائے اور اس کا کوئی قریبی عزیز اپنے خاص مال سے اس کے لیے فاتحہ کرے تو اس میں کسی فقیہ و محدث کو کلام نہیں؛ لیکن خاص میت کا مال اگر اس کام میں صرف کرنے لگیں تو اس میں یہ شرط ہے کہ اس کے وارثوں میں کوئی نابالغ لڑکی یا لڑکا نہ ہو؛ اس لیے کہ ترکہ مورث کے مرنے کے بعد وارثوں کی ملک ہو جاتا ہے تو اگر وارث بالغ ہیں اور سب موجود ہیں تو وہ مال خاص ان کا ہو گیا، اور اگر ان میں سے کوئی غائب تھا؛ مگر اجازت دے دی تھی تو اس صورت میں ان کو اختیار ہے جس قدر چاہیں میت کے لیے صرف کریں۔

لیکن اگر سب نابالغ ہیں تو پورا ترکہ میت ان کی ملک ہو گیا، اب میت کے ایصالِ ثواب کے لیے اس کا صرف کرنا جائز نہیں، نہ کپڑا، نہ کھانا، نہ روپیہ، نہ پیسہ، صرف تجہیز و تکفین میں جو اُٹھے وہی درست ہے اور بس۔ اور اگر بعض وارث نابالغ ہیں تب بھی چوں کہ نابالغوں کا حصہ کل اشیاء ترکہ میں مشترک ہے؛ اس لیے ایصالِ ثواب کی غرض سے اس کا صرف بھی جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری کی - جلد خامس - میں ہے :

وإن اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا إذا كانت الورثة بالغين فإن
كان في الورثة صغير لم يتخذوا ذلك من التركة . - کذا في
التتارخانية -

یعنی اگر بالغ ورثہ کے مال سے فقرا و مساکین کے لیے کھانا تیار کیا گیا تو بہت اچھا؛
لیکن اگر وارثین نابالغ ہوں تو ان کا ترکہ استعمال میں نہیں لایا جاسکتا - تا تا رخانیہ میں
ایسا ہی ہے -

یہ حکم کچھ فاتحہ کے کھانے کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ اس قسم کے ترکے کی چیز لباس یا کھانا
یا نقد، نہ تو مسجد میں دی جائے، نہ کسی مدرسہ میں، نہ کسی فقیر کو اور نہ کسی عالم کو۔ ہاں! اگر شرعی
طور پر ترکہ کی تقسیم ہو جائے، اور صغیر وارث کو اس کا حصہ دے کر بالغ وارثین اپنے حصہ سے خرچ
کر دیں یا عورت اپنے مہر کے دعویٰ میں وارث ہو کر اپنے حصہ مملوکہ سے صرف کر دے تو یہ
جائز ہے، خواہ مدارس و مساجد میں دیں خواہ فاتحہ کریں اور مساکین کو کھلائیں۔ یہ مسئلہ نہایت اہم
ہے اسے ضرور یاد رکھنا چاہیے۔

نصیحت: جب کوئی وارث اپنے مورث کی طرف سے کھانا کھلائے تو نمودار بڑائی
ظاہر کرنے کے لیے نہ کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے :

مَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللَّهُ بِهِ .

یعنی جو کوئی لوگوں کو اپنی سخاوت اور داد و دہش کی تعریف سنوائے، یعنی اپنی شہرت اور
فخر چاہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو سب کے سامنے ذلیل کرے گا۔

تو اس صورت میں مردہ کو ثواب پہنچنا تو کیا ممکن؟ وہ عتاب الہی میں گرفتار ہوگا۔ تو وہی مثل
ہو جائے گی کہ ”محنت برباد گناہ لازم“۔ اور کھانے والوں کو بھی چاہیے کہ معلوم کریں کہ یہ کسی
کے مقابلے میں فخریہ کھانا تو نہیں بنوا رہا ہے کہ فلاں شخص نے کیا کھانا بنوایا! میں اس سے بڑھ کر
بنواتا ہوں؛ تو ایسی دعوت ہی نہ قبول کریں، خواہ وہ کھانا غمی و ماتم کا ہو یا شادی و خوشی کا!!۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ - صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - نے فرمایا :
 جب دو آدمی ایسے ہوں کہ ایک کی ضد میں دوسرا بڑائی حاصل کرنے کے لیے کھانا
 زیادہ بنوائے تو ایسے شخص کی دعوت قبول نہ کی جائے اور نہ اس کو کھانا ہی کھلایا جائے۔
 - مشکوٰۃ میں ایسا ہی ہے -

نصیحت: یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ قرض دار آدمی کا صدقات کرنا - خواہ اپنے لیے
 کرے یا میت کے لیے - شرع میں مستحسن نہیں۔

صاحب مجمع بحار الانوار لفظ ظہر کی تحقیق میں فرماتے ہیں :

خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرٍ غَنًى ، و لا صدقة كاملة عن ظہر
 غنى و هو رد عليه أي الشيء المتصدق به غير مقبول لأن قضاء
 الدين واجب .

یعنی اچھا صدقہ وہ ہے جو فراغت کی حالت میں دیا جائے۔ اور صدقہ کاملہ وہی صدقہ
 ہوتا ہے جو فراغت کی حالت میں دیا جائے اور جو ایسا نہ کرے تو وہ صدقہ رد ہے، یعنی وہ
 صدقہ قبول نہ کیا جائے گا؛ کیوں کہ قرض کا ادا کرنا اس پر واجب تھا، اس نے واجب کو
 چھوڑ کر صدقہ نافلہ کیوں کیا!۔

لہذا معلوم ہوا کہ یہ طریقہ اچھا نہیں، بالخصوص جب کہ سودی قرض دے کر بہم پہنچائے یہ تو
 نہایت ہی برا کام ہے، ایسا آدمی محض الحمد شریف اور سورتیں پڑھ کر بخش دیا کرے۔

نصیحت: اگر وراثت میں مذکورہ شرطوں کے ساتھ کھانا کھلائیں تو بہتر یہ ہے کہ
 غریب رشتہ داروں، ہم سایوں اور اہل محلہ کو مقدم رکھیں۔ فقہا - باب الزکوٰۃ - میں لکھتے ہیں :

لا تقبل صدقة الرجل و قرابته محايج حتى يبدأ بهم فيسد حاجتهم .

یعنی ایسے شخص کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا کہ جس کے اہل رشتہ محتاج ہوں (اور یہ

دوسروں کو دیتا پھرے) یہاں تک کہ ان سے شروع کرے اور پہلے ان کی ضرورتیں پوری کرے۔

ایسا لگتا ہے کہ یہ مشہور مثل ”اوّل خویش بعدہ درویش“ اسی کا ترجمہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قصبات کے شرفاء میں جو رواج ہے کہ میت کا کھانا فاتحہ، چہلم اور بستم وغیرہ برادری کے آدمی بھی کھاتے ہیں تو وہ بھی شاید اسی روایت پر مبنی ہوگا کہ رشتہ دار، ہمسایہ اور اہل محلہ دوسرے لوگوں پر مقدم ہیں اور ظاہر ہے کہ قصبات کے شرفاء میں فراغت اور وسعت کم ہے، اکثر لوگ غریب ہوتے ہیں، اور ایسے آدمی بہت کم ہیں کہ جن پر زکوٰۃ واجب ہو یا اپنے مکان اور اہل و عیال کے نفقہ سے فارغ ہو کر بھی ان کے پاس کچھ مالیت زائدہ فاضل رہے، بہت تو ایسے ہیں کہ ان کے گھر کھانے کا بھی ٹوٹا ہے اور شریعت میں ایسے لوگ فقرا میں داخل ہیں۔ اسی بنیاد پر بزرگوں نے ان کو کھلانا اور سانلوں کو کوچہ گروں کی بہ نسبت مقدم سمجھا کہ حق ہم سائیگی و محلہ داری اور قربت بھی ادا ہو جائے اور چیز اپنی جگہ پر بھی صرف ہو جائے۔

پھر اگر برادری کے سو غریب آدمیوں میں کوئی آسودہ صاحب زکوٰۃ بھی شامل کر لیا تو اس میں چوں کہ یہ حکمت ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں یہ نہ پیدا ہو کہ ہم کو حقیر و کنگال سمجھا، تو ایک یا دو با آبرو آدمی کے شامل ہونے سے اُن کی دلی ندامت بھی دفع ہو جاتی ہے، علاوہ ازیں اُغنیاء کا کھانا بھی ثواب سے خالی نہیں، گرچہ اس میں فقرا کے کھانے سے کم ثواب ہے؛ لہذا اگر یہی نیت اس زمانہ میں بھی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اور اگر اہل محلہ اور رشتہ داروں کو اس نیت سے کھلائیں کہ آج میں ان کو کھلا دوں اور کل یہ مجھ کو کھلا دیں گے تو اس صورت میں کوئی ثواب نہ ملے گا؛ اس لیے کہ ارادہ معاوضہ لینے کا ہے پھر ثواب کہاں؟۔ فلیکن آخر ما أردنا إیراده فی هذا الباب و اللہ هو الہادی للصدق و الصواب۔

(دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ان قیمتی نصیحتوں پر عمل پیرا ہو کر دین و دنیا کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اللہ ہر حال میں ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین)